سمیع الحق

موجودہ حالات ــــ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے اندیشے

ایک المناک صورتحال نے ملک کا شیرازہ جس بے دردی سے بکھیر دیا ہے۔ اس پر تنقید و احتساب کے ضمن میں پاکستان کے نقطۂ آغاز اور تشکیل سے لیکر اب تک کے حالات پر مختلف زاویوں سے گفتگو ہو رہی ہے جن خطوط اور بنیادوں پر ملک کی تقسیم یا تشکیل ہوئی، اسے بھی زیر بحث لایا جا رہا ہے۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ برصغیر کی تاریخ اپنی حقیقت کی طرف لوٹ رہی ہے، کچھ کنفیڈریشن کی باتیں کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ دبی زبان سے سہی مگر دل کے اندر سے اٹھنے والے ان خیالات کو دبائے نہیں رہ سکے کہ پاکستان کی موجودہ شکل میں قیام بالخصوص بنگال اور پنجاب کی تقسیم کی نہایت شد و مد سے مخالفت کرنے میں شاید مسلمانوں کے بعض عظیم رہنما بالخصوص شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم کا نقطۂ نظر غلط نہ تھا۔ اس سلسلہ میں اگر سیاسی اور گروہی تصورات سے الگ ہو کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے اندیشوں پر ایک نگاہ بازگشت ڈالی جائے تو کیا حرج ہے۔ شاید ان کی نگاہ قلندرانہ کی دوررسی کا کچھ احساس تو ہو جائے خواہ اس موقف کی تصویب یا تغلیط کا کام حالات اور واقعات کے ذمہ کیوں نہ لگا دیا جائے مگر حال کے آئینہ میں ماضی کے کچھ نقوش تو سامنے آ ہی رہے ہیں۔ پاکستان کی صورت میں خلافت اسلامیہ اور اسلامی نظام کے قیام کے مقدس اور حسین تصور میں کھو کر جن لوگوں نے اپنا سب کچھ اس راہ میں لٹا دیا ہے۔ بیشک ان کی قربانیاں صد ہزار تحسین اور بارگاہ ایزدی میں اجر کی مستحق ہیں کہ انما الاعمال بالنیات ہے۔ اگر کسی کی نیتوں میں کھوٹ تھا۔ تو وبال اور بربادی بھی ان کے نامۂ اعمال ہی میں ڈالی جائے گی، مگر اپنے وقت کے ان عظیم، خدا رسیدہ اور حقیقت شناس بزرگوں کی فراست مومنانہ اور مسلسل و پیہم آلام و مصائب اور شدائد کا تحمل اس بات کی منہ بولتی شہادت رہی کہ وہ مسلمانوں کے بدخواہ نہ تھے نہ یہ لوگ ضمیر فروش اور خود غرض نہ مسلمانوں کے دشمن، ان کی اخلاص وللہیت ان کی پاکیزہ زندگی کی طرح تاریخ کے بے رحم ہاتھوں کی دسترس سے ہمیشہ محفوظ رہے گی۔

ان کا ناقابل معافی جرم یہی تھا کہ وہ پاکستان میں خلافت اسلامیہ کے بلند بانگ دعووں کو ایک فریب اور دھوکہ سمجھ کر تقسیم ہند کو مسلمانوں کے مسائل کا صحیح حل نہیں سمجھتے تھے کہ اس طرح ان کی ایک تہائی

سے زیادہ آبادی سفاک ہندو کے رحم وکرم پر رہ جائے گی، لاکھوں مسلمان بے گھر اور بے مدد ہوجائیں گے جنہیں کوئی زمین ٹھکانہ نہیں دے سکے گی۔ ہندوستان میں تعلیمی اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے ان کی حالت نہایت پسماندہ اور قابلِ رحم ہوجائے گی۔ اسلام پورے برصغیر سے ایک گوشہ میں سمٹ کر رہ جائے گا، جبکہ ان کے خیال میں ان کے پیش کردہ فارمولا سے پاکستان ہندوستان کے چند گوشوں میں سمٹ جانے کی بجائے پورا ہندوستان ایسا پاکستان بن سکتا۔ جس میں شرعی احکام کا نفاذ مسلمانوں کے کامل اور آزاد اختیارات کے ذریعہ پورے ہندوستان میں ہو سکتا۔ (اجلاس جمعیۃ العلماء لاہور ۱۹۴۶ء کی قرارداد) پاکستان کی مجوزہ سکیم پر ان بزرگوں نے نہایت خلوص سے ہر پہلو پر غور کیا اور اس کے سیاسی، اقتصادی، لسانی، ملکی، قومی، تبلیغی، خارجہ پالیسی، غرض ہر گوشے پر اپنے تنقیدی خیالات پیش کئے، اور اپنے خیال کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور تحفظ و بقاء کا ضامن فارمولا پیش کیا ——

ان حضرات نے واضح طور پر کہا کہ پاکستان کو مختلف ٹکڑوں میں جو ریاست مل جائے گی، وہ خطرناک جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ چنانچہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم اور ان صوبوں کی جنگی اہمیت کے حصوں کا بھارت میں چلے جانے اور پنجاب کی تحصیل گورداسپور کی وجہ سے کشمیر پر بھارت کے تسلط وغیرہ پر ان حضرات نے سختی سے تنقید کی اور اسے پورے برصغیر کے مسلمانوں کے غیر یقینی مستقبل کا پیش خیمہ قرار دیا۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ برطانوی پارلیمنٹ اس جغرافیائی اتحاد کو ختم کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہے گی۔ اس سلسلہ میں لارڈ لنگتھگو اور لارڈ ویول کے واضح الفاظ ان کے سامنے رہے۔ اور آج سقوطِ ڈھاکہ پر ماؤنٹ بیٹن کے —— تاثرات نے ان خیالات کی حرف بحرف تائید کی کہ انگریزی سامراج اپنے عیارانہ منصوبوں کے ذریعہ برصغیر کے مسلمانوں سے ایک نہ ختم ہونے والا انتقام لینا چاہتے تھے۔

ان حضرات کے تمام خدشات اور اندیشوں کو غلط ثابت کر دکھانے اور تمام غلطیوں کی تلافی صرف اس صورت میں ہو سکتی تھی کہ پاکستان قائم ہوتے ہی ہم یہاں اسلام کی مکمل حاکمیت قائم کر دیتے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا، اور ہم نے ان تمام بلند بانگ دعووں ہی سے انکار کر دیا جو برصغیر کے مسلمانوں میں بے مثال دینی جوش و خروش کا سبب بن کر انہیں خاک و خون کی گھاٹیوں میں اتارنے کا سبب بنے تھے یہ ایک طویل اور شرمناک کہانی ہے۔ جو ۱۹۴۷ء سے لیکر دسمبر ۱۹۷۱ء بلکہ آج تک کے عرصہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئی ہے۔ حضرت مدنیؒ اور ان حضرات کے اخلاص اور للہیت کے لئے یہی

کافی ہے کہ پاکستان قائم ہونے کے بعد علیٰ وجہ البصیرت مخالفت کرنے کے باوجود۔ انہوں نے اپنے خطوط بیانات مکاتیب اور نجی پیغامات کے ذریعہ نہ صرف اسے تسلیم کرنے پر زور دیا بلکہ یہاں رہنے والے تمام متعلقین کو حکم دیا کہ اب اپنی مساعی اس ملک کی حفاظت سالمیت اور یہاں اسلام کے غلبہ پر مرکوز کر دیں۔ اور آج حضرت مدنیؒ سے وابستہ لاکھوں علماء اور مشائخ کی جماعت اور بیشمار معتقدین ان کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر اپنا تن من دھن اس ملک کی ترقی اور یہاں اسلام کے غلبہ و نفاذ میں لگے ہوئے ہیں۔ مخالف جو بھی کہیں مگر اعلاء کلمۃ الحق منکرات کی مخالفت اور معروفات کی اشاعت میں لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم۔ کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ ع

کچھ ہوئے تو یہی رندانِ بادہ خوار ہوئے

پاکستان جس کی تشریح لا الٰہ الا اللہ سے کی جاتی تھی کیا شیخ الاسلام جیسے عارف باللہ اور عبد کامل کو اللہ کی حاکمیت گوارا نہ تھی۔؟ کہ وہ اس شد و مد سے اس کی مخالفت کرتے رہے۔ مگر وہ جس کی مومنانہ فراست ان دعووں کی حقیقت دیکھ رہی تھی اس تعجب کو انہوں نے اسطرح دور فرمایا:

"بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ دھوکا دیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں اسلامی حکومت بطرز خلفائے راشدین قائم کی جائے گی۔ یہ خواب تو نہایت شیریں ہے۔ کاش! ایسا ہو اگر اس کا ذمہ داران لیگ اطمینان دلا دیں تو ہم ارکین جمعیۃ سب سے پہلے اس آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ، جن کو دین اور مذہب اسلام اور شعائر اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں نہ صورت اسلامی ہے نہ سیرت وہ اسلامی حکومت قائم کریں اور مذہب کے اصول و ضوابط پر بطرز خلفاء راشدین چلائیں وہ حضرات جن میں اور دین و مذہب میں وہ تعلق ہو جو اندھیرے کو روشنی سے ہے اور آگ کو پانی سے ہے وہ دین و مذہب کا احیاء کریں ——— اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو کیا وہ اقلیت پنجاب اور بنگال کی (جس کی تباہی میں اسی اقلیت نے بنیادی کردار ادا کیا۔ سمیع) جو کہ معمولی اقلیت ہے، یعنی صرف پانچ یا سات عدد سے وہ ایسا ہونے دے گی۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو کیا مسلم اقلیت والے صوبوں میں اس کا ایسا ردعمل نہ ہوگا کہ وہاں خالص ہندو راج اور رام راج قائم کیا جائے۔ الخ

(خطبۂ صدارت اجلاس سہارنپور ص۴۶)

اور جب ایسے اندیشوں کے اظہار کی پاداش میں اپنے دور کے سب سے بڑے ولی اور اللہ کی مقرب شخصیت کو اس وقت کی ہر گالی دشنام ایذا رسانی اور توہین سے مسلم قوم نے نوازا تو ان کے

ایک جان نثار معاصر مولانا احمد سعید دہلوی مرحوم چلا اٹھے اور کہا کہ:

"پاکستان ایسا ہی ہوگا، جہاں مذہب اور اہل مذہب کے ساتھ اس قسم کا وحشیانہ سلوک کیا جائیگا اس پاکستان میں علماء حق کو رائے کی آزادی میسر نہ ہوگی۔ اس پاکستان میں کیا آپ نماز روزے اور شعائر اسلامیہ کی چہل پہل دیکھ سکیں گے بلکہ وہ پاکستانی تو فسق و فجور کی منڈیاں ہوں گی جہاں سب کچھ ہوگا اور نہیں ہوگا تو دین الٰہی کا تذکرہ کہیں نہیں ہوگا۔ (تقریر سحبان الہند ص ۹۰)

ایک طرف یہ کہا جا رہا تھا، دوسری طرف اسلام کے مقدس نام پر ان اندیشوں کی تضحیک کی جا رہی تھی۔ کس کا قیاس صحیح نکلا ۔۔۔۔؟ اس کا جواب اپنی قومی زندگی کی چوبیس سالہ تاریخ کے اوراق میں ڈھونڈیئے، اگر شروع ہی سے اسلامی نظریات، شعائر اللہ دینی اقدار اور اسلام کے نظام حکومت و معاش کو پنپنے دیا گیا ہوتا، تو شاید یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ مگر ہائے رے محرومِ تمنا۔

۔۔۔۔ یہ تو رہا پاکستان میں شریعت الٰہیہ کے اجراء اور نفاذ کا مسئلہ جس انداز میں پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا فارمولا بنایا گیا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ اپنی فراست باطنی کی وجہ سے اس میں آنے والے پرخطرات ہجوم کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اسے مسلمانوں کے اس برصغیر میں تباہی کا واشگاف الفاظ میں پیش خیمہ قرار دینے لگے۔ فرمایا:

"یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے نعرے بڑے دلفریب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تخیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سرور اور جوش پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی سچ سہی کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کافی اختلافات ہیں مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاکی ہو کر ہم ایسی غلطی کر بیٹھیں جو مستقبل میں ہمارے لئے تباہ کن اور ملت کے لئے باعث بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بنگال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہوں گی کہ وہ بیرونی حکومتوں کے ساز باز اور انکی دراز دستیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ہندوؤں سے تو مفروضہ آزادی حاصل کر لیں۔ مگر اس مفروضہ آزادی کے بدلے میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہو جائیں جیسی کہ آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا۔ تو یہ بدترین بدقسمتی ہوگی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم معاملات کو محض ہندو دشمنی کی عینک سے نہ دیکھیں، بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آیا یہ پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لئے باعث رحمت ثابت ہو سکیں گی۔ یا نہیں! آیا یہ اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں!

آیا یہ اتنی طاقتور ہوں گی یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو دانائی کا اقتضا یہ ہے۔ کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کے لئے ما بقی اختیارات حاصل کرکے متحدہ ہندوستانی وفاق میں شامل رکھا جائے۔ اور بجائے علیحدہ ہوکر دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے مل کر نہ صرف اپنی آزادی باقی رکھی جائے۔ بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود ملتِ اسلامیہ کی اس طرح اندرونی اصلاح کی جائے۔ کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ "مارننگ نیوز" کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا کی تقسیم اور علیحدگی کی مہمل سیاسی پالیسی کو چھوڑتی جارہی ہے۔ اس لئے مسلسل تجربات نے ثابت کردیا ہے۔ کہ اس تنازع البقاء کی دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور، چاہے وہ کتنے ہی حق پر کیوں نہ ہوں، زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

مان لیجئے! کہ قیامِ پاکستان کے لئے اچھے دلائل موجود ہیں۔ مگر یہ اچھے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس کو پنجاب و سرحد پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ کیا آزادی وانصاف کے تمام الفاظ ملک گیری کے آرزومندوں کو پاکستان کے کمزور ممالک کی تسخیر کے ارادوں سے باز رکھ سکتے ہیں! اگر کوئی اس معاملہ میں دیانتداری کا ذرا بھی شبہ رکھتا ہے۔ تو وہ بیوقوفوں کی جنت کا ساکن ہے۔ اس دنیا میں یہاں حق کے مقابلہ میں طاقت کا راج ہے۔ پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پہ زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے۔ اور بحیثیت ایک علیحدہ قوم کے ان کو ضرور آزاد رہنا چاہئے۔

(نئی زندگی، کتاب دوم۔ صد ۱۹ از مولانا مدنیؒ)

بیرونی حکومتوں سے ساز باز ——— یا انکی دراز دستیوں کا مقابلہ، غیر ملکی حکومتوں کی غلامی ——— اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کرسکیں گی یا نہیں ——— روس کی پنجاب و سرحد پہ حریصانہ نگاہیں ——— ملک گیری کے آرزو مندوں کے پاکستان کے کمزور حصّوں پہ تسخیر کے ارادے اور اس قسم کے دیگر جملوں پہ غور کیجئے تو آج کے بدترین سانحہ "سقوطِ مشرقی پاکستان" کے خطوط پہ اس کی تفسیر و تشریح آپ کو مل سکے گی۔

حضرتؒ اور ان کی جماعت کا شائع کردہ لٹریچر آپ کو ایسی باتوں سے بھرا ملے گا۔ ذہن سیاسی آلائشوں سے صاف رکھ کر بھی تو کوئی طالب العلم ماضی اور تاریخ پہ نگاہ باز رفتہ ڈال سکتا ہے۔ پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر یہ حضرات ایک لمحہ کیلئے بھی آمادہ نہیں ہو رہے تھے اور انہی نئے

کہ:-

پس پاکستان قائم ہوتے ہی آدھا بنگال اور آدھا پنجاب مسلمان کھو دیں گے۔ اب رہا آسام وہ پورا کھو دیں گے، سوائے ضلع سلہٹ کے، پس مسلم لیگ کے پاکستان کا یہ کیا نتیجہ ہوگا۔ بنگال میں ایک کوٹھری ملے گی جس کے پورب ہندو راج، پچھم ہندو راج اور اتر ہندو راج، آسام بالکل اور آدھا پنجاب نکل جائے گا۔ نتیجہ یہ ہے، مسلم لیگ کا پاکستان مسلمانوں کے لئے خودکشی سے کم نہیں ہم بھی ہندو راج میں جا کر تباہ ہوئے اور اکثریت صوبے والے بھی تباہ ہوئے۔ (قومی کارکنوں کے نام ہدایات صہ ۶)

تقسیم پنجاب اور پاکستان کے مشرقی اور مغربی حصوں کی ایک دوسرے سے علیحدگی کو حضرت مدنی "قسمۃ ضیزی" اور نامراد بٹوارہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

"جمعیۃ العلماء ہند ان تاریک پہلوؤں کی بنا پر کانگریس کی حالیہ تجویز تقسیم پنجاب یعنی تقسیم در تقسیم کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتی ___ اور یہ تقسیم برطانوی سامراج کا آخری ہتھیار ہے۔ (خطبۂ صدارت اجلاس لکھنؤ ۱۹۴۶ء)

اس وقت ان تاریک پہلوؤں کو ہر حیثیت سے واضح کرتے ہوئے کہا گیا کہ دونوں حصوں کو الگ الگ بری بحری اور فضائی فوج رکھنا پڑے گی اور مشرقی حصہ خاص طور پر ایک جزیرہ بن جائیگا فرقہ وارانہ کشیدگی میں مزید تلخی بڑھے گی۔ مجموعی ہندوستان اور وفاقی حصوں میں، مسلمان بے بس اقلیت ہو جائیں گے۔ پنجاب اور بنگال دونوں کے اہم حصے کاٹ دینے سے ان کی موجودہ اہمیت ختم ہو جائے گی۔ مالی بحران پیدا ہوگا۔ اور پاکستان اس حالت میں صحرا اور بنجر علاقوں کا چوکیدار رہ جائے گا۔ اور پھر مشرقی و مغربی پاکستان کو ایک دوسرے سے ملانے والے راستہ کا سوال کبھی پیدا ہی نہ ہوگا۔ (ملخصاً از نئی زندگی خاص نمبر ۱۹۴۶ء صہ ۲۲)

اس نازک جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے آگے چل کر پاکستان جن داخلی مسائل سے دوچار ہو سکتا تھا۔ اور بعد کے حالات نے اس کی سو فی صد تصدیق کر دی۔ اس سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں:

"بحیثیت مجموعی مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہمہ گیر اقتصادی پسماندگی، پانچ میں سے تین صوبوں کا تو مکتفی نہ ہونا۔ ۳۹، ۴۰ فیصدی کی منظم اور موثر اقلیت کی مقاومت وغیرہ پاکستان کے وہ داخلی مسائل ہوں گے جن سے حکومت عہدہ برآ نہ ہو سکے گی۔ اور اپنی حالت سنبھالنے

کے لئے کسی دوسری طاقت کا سہارا لینے پر مجبور ہوگی جس کی وجہ سے اقتصادی زندگی کا توازن بیرونی حکومتوں اور غیر ملکی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ (آج ہم میں سے ہر شخص غیر ملکی قرضوں کے سود میں دبا ہوا ہے۔ سمیع) مزید برآں یہ حکومت اپنے وسائل کی قلت اور مصارف کی زیادتی کی وجہ سے ملک کی دفاعی ذمہ داریوں کو بھی صحیح طور پہ پورا نہ کر سکے گی۔ اس لئے ملک کے دفاع کو دولت مشترکہ برطانیہ (سیٹو، سنٹو، بغداد پیکٹ وغیرہ، سمیع) کے دفاع سے وابستہ کرنا ہوگا۔ (بعد میں برطانیہ کی جگہ امریکہ نے لے لی۔ سمیع) یا اپنے سیاسی مستقبل کی باگ اس کے ہاتھوں میں دینی پڑے گی اور اس طرح نام نہاد سیاسی استقلال روس یا برطانیہ (یا پھر امریکہ اور چین جو سب ملت واحدہ ہیں۔ سمیع) کی سیاسی و اقتصادی غلامی میں تبدیل ہو جائے گا۔ اپنی کمزوری اور تباہ حالی کی وجہ سے نہ اس کو بین الاقوامی سیاست میں کوئی اہمیت حاصل ہو سکے گی اور نہ یہ حکومت اسلامی ممالک کی کوئی مؤثر امداد کر سکے گی۔ بلکہ روس اور برطانیہ کی سیاسی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بن کر رہ جائے گی۔ (اور اسی روس اور برطانیہ نے مشرقی پاکستان کے المیہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ سمیع) ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعصبات سے برطانیہ کو پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع میسر آئے گا۔ (مکتوبات ج ۲ ص۔۔)

جغرافیائی صورتحال کی بناء پر یہی کھٹکا قیام پاکستان کے بعد بھی ان رہنماؤں کو لگا رہا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے وفات سے کچھ عرصہ پیشتر اپنی کتاب "ہماری آزادی" میں واشگاف الفاظ میں آنے والے خطرہ کی نشاندہی کی اور فرمایا:

"مسٹر جناح اور ان کے ساتھی یہ سمجھنے سے قاصر رہے۔ کہ جغرافیائی صورتحال ان کے لئے ناموافق ہے۔ مسلمان سارے برصغیر میں کچھ اس طرح بکھرے ہوئے تھے۔ کہ ایک سمٹے ہوئے علاقے میں ان کی الگ ریاست بنانا ناممکن تھا۔ مسلمانوں کی اکثریت کے علاقے شمال مشرق اور شمال مغرب میں تھے۔ یہ دونوں علاقے کسی مقام پر بھی ایک دوسرے سے متصل نہیں ہیں۔ یہاں کے باشندے مذہب کے سوا ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ ---------- یہ صورت حال اس وقت تھی اور اب بھی ہے۔ کون اسکی توقع کر سکتا ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے اختلافات دور ہو جائیں گے۔ اور یہ دونوں علاقے ایک قوم بن جائیں گے۔ خود مغربی پاکستان کے اندر سندھ، پنجاب اور سرحد اپنے اپنے جداگانہ مفاد اور مفاد کیلئے کوشاں ہیں۔ بہرکیف اب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ پاکستان کی نئی ریاست

ایک حقیقت ہے۔ اب دونوں ریاستوں کا مفاد اسی میں ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات بڑھائیں اور اشتراک عمل سے کام لیں۔ (ہماری آزادی ص۲۵۳ و ۲۵۴)

سیدنا مولانا مدنی نے تو ایک مکتوب میں پاکستان کے لئے جذبہ نصح اور خیر خواہی کے اظہار کے ساتھ ساتھ یہاں تک اپنے خطرات کا اظہار کیا کہ : کہ موجودہ تشکل میں یہ نقشہ ۲۳ - ۲۴ سال بمشکل قائم رہ سکے گا۔ اور آہ! کہ یہی چوبیس سالہ عدد ہماری بربادی اور تباہی کا عنوان یا حرف آخر بن گیا ہے۔ کاش! قیام پاکستان کے بعد ہی مگر ہم اللہ کے ایسے برگزیدہ بندوں کے اندیشوں کو درخور اعتناء سمجھ لیتے اور اس ملک میں اپنی تقدیر بنانے کی مخلصانہ سعی کرتے تو ان تمام خدشات اور اندیشوں کی تلافی کر لیتے اور یہ مختصر مگر پر خطر خطہ نہ صرف اسلام کی سطوت و شوکت کا ایک مثالی ریاست بن جاتا بلکہ اسلام کی بدولت ہم اسے اغیار اور اشرار کے شر سے محفوظ کر لیتے اور پورے عالم اسلام کی قیادت کا اہل بنا کر اسے اسلام کا حصار اور عالم اسلام کی امیدوں کا مرکز بنا لیتے۔ اور اسطرح آج جان لیوا اور جان نثار سرفروشوں کے ارواح طیبہ کو مزید آسودگی نصیب ہوتی جنہوں نے اسلام کے نام پر اس ملک کے لئے اپنی جانیں اور عصمتیں نچھاور کر دیں۔ یا وہ لوگ جنہوں نے ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک انگریز کے خلاف جہاد مسلسل کے زریں ابواب اپنے خون سے رقم کئے۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت شیخ الاسلام کے حساس قلب پر کیا کچھ گزرا ہوگا۔ فرماتے ہیں :

"ہماری سنی جاتی تو آج وہ مشکلات درپیش نہ ہوتیں اس وقت مسلمان جمہوریہ ہند میں ۲۷ فیصد ہوتے جو کہ مؤثر اقلیت ہے۔ مگر آج چار کروڑ ہیں جو ۹ یا ۱۰ فیصد پڑتے ہیں۔
(مکتوبات ج ۲ ص ۲۲۳)

گیارہ میں سے پانچ صوبوں میں مسلم اکثریت کی حکومتیں ہوتیں جو تمام داخلی معاملات قانون سازی، نظام تعلیم، اقتصادی نظام کے قیام معاشرتی اور تمدنی مسائل، پرسنل لاء وغیرہ میں پوری با اختیار ہوتیں، پورے ہند میں مسلمانوں کے مذہبی ادارے اوقاف، مساجد، مقابر، اوران کا کلچر اور تہذیب و تمدن وغیرہ محفوظ تھا۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۔۔۔)

معلوم نہیں ان مسلمانوں کے دلوں کی کیا کیفیت ہوگی، جو اسی پاکستان کی سرزمین ڈھاکہ میں اس جرم کی پاداش میں لاکھوں بہاریوں اور غیر بنگالیوں کو خاک و خون میں تڑپتا اور ان کی مقدس عصمتوں کو لٹتا ہوا دیکھ کر بھی بے بس ہیں۔ ان بہاریوں کو جن کا نعرہ تھا کہ۔۔۔ ہم بہار کے مسلمان پاکستان کے لئے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے۔ (ڈان۔ ۱۱ اپریل ۱۹۴۶ء)

اجڑے اور شکستہ دل آزاد ہوتے ہیں کہ جیسے چاہیں اپنے ٹوٹے ہوئے دلوں کو تاثرات اور جذبات سے آباد کرالیں ۔ نہ ملت کی خیر خواہی کسی کا اجارہ ہے ۔ تاریخ خود بے رحم کسوٹی ہے۔ ــــ بہرحال جو کچھ ہونا تھا ہو چکا یہ سارے اندیشے پاکستان قائم نہ ہونے کی صورت میں لائق اعتنا تھے ۔ اب جبکہ یہ اندیشے "صداقتیں" بن چکی ہیں تو ہماری نجات اور تمام بربادیوں کی تلافی کی ایک ہی راہ رہ گئی ہے کہ اب اس رہے سہے ملک کو صحیح معنوں میں پاکستان بنا دیں ۔ اللہ کے نام میں اتنی عظمت اور تاثیر ہے کہ اس کے سہارے سے ایک "چھوٹا سا خطہ" بھی پوری دنیائے کفر کو لرزہ براندام کر سکتا ہے ۔ اس طرح ہم ہندوستان سے عظمت اسلام کا وہی سکہ ایک بار پھر منوا سکتے ہیں ، جو تقریباً ہزار سال تک منوا چکے تھے ــــ کاش ! اسلامیان برصغیر اس سرزمین میں اپنی جان تمنا اور لیلائے امید ــــ عروس خلافت اسلامیہ ــــ سے ہمکنار ہو چکے ہوتے تو یہ ساری قربانیاں اس راہ میں ہیچ ہوتیں ۔ مگر آج تو "اندیشے" "حقیقت" بنکر ہمارا منہ چڑھا رہے ہیں ۔ اور ــــ

اندیشہ بھی جس بات کا اندیشۂ جاں تھا
آنکھوں سے اب اس حال کو میں دیکھ رہا ہوں

"سقوط مشرقی پاکستان" کا یہ واقعۂ کبریٰ اگر کسی طالب العلم کی متجسسانہ اور بے چین طبیعت کو مداوائے زخم جگر کی تلاش میں ان قصہ ہائے پارینہ کی طرف لے گئی تو اس "جرأت گستاخانہ" کو قابل عفو سمجھ لیا جائے اور یہ اس لئے کہ ــــ

بیکاری جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

★

اگلے شمارہ میں

"میری علمی اور مطالعاتی زندگی" کے زیر عنوان مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع مدظلہ کا مقالہ
اور دیگر اہم مضامین
ملاحظہ فرمائیں (ادارہ الحق)

★